قربانی کے احکام و مسائل

از افادات : حضرت العلام مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تعالی

قربانی کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت؟ لیکن احادیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مدینہ منورہ میں رہے، قربانی کرتے رہے اور دوسرے مسلمان بھی قربانی کرتے رہے۔ کسی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ نے قربانی کے لئے وجوبا حکم دیا ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ آپ نے جواب دیا:-

"ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون "

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قربانی دی اور مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے۔

سائل نے جواب ناکافی سمجھ کر وجوب وغیرہ کا لفظ نہ دیکھ کر دوبارہ وہی سوال کیا، اس پر حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: تم سمجھتے نہیں؟ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی قربانی دی اور عام مسلمان بھی قربانی دیا کرتے تھے۔ مقصد حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ تھا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں حکم دیا گیا ہو، صرف آپ کا عمل ثابت ہے کہ آپ نے ہمیشہ قربانی دی۔ چنانچہ دوسری روایات میں فرماتے ہیں:-

اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور ہمیشہ قربانی دیتے رہے۔

امام ترمذی ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اول نقل کرکے فرماتے ہیں ... والعمل علی ھذا عند اھل العلم ان الاضحیۃ لیست بواجبۃ و لکنھا سنۃ من سنن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے کہ قربانی واجب تو نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ ابن ماجہ کی ایک حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

یا ایھا الناس ان علی کل اھل بیت فی کل عام اضحیۃ۔ اے لوگو! ہر گھر پر ہر سال میں ایک قربانی ہے۔

لیکن اس حدیث کے راویوں میں عامر ابو رملہ مجہول راوی ہیں۔ اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہر گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہوگی۔ نہ کہ ہر شخص کی طرف سے ایک قربانی۔ اسکی تائید

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ہے کہ عطاء بن یسار نے حضرت ابو ایوب انصاری سے دریافت کیا کہ آپ کے زمانے میں قربانی کس طرح دی جاتی تھی؟

انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی دیتا، وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تا آنکہ لوگوں نے اس میں فخر وریا شروع کر دی یعنی کثرت سے قربانی دینے لگ گئے۔

یہی قول امام احمد، اسحاق اور امام شافعی نے اس حدیث :-

"اذا دخلت العشر فاراد احد کم ان یضحی" سے بھی استدلال کیا کہ قربانی واجب نہیں کیونکہ اس میں قربانی کو ارادے پر معلق کیا ہے۔ اور وجوب ارادہ کے منافی ہوتا ہے اسی طرح ابن ماجہ کی دوسری حدیث جس میں عبداللہ بن عیاش منکر الحدیث راوی ہے بھی قابل استدلال نہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ من کان له سعة ولم

ومن کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا - کہ جس کو گنجائش ہو اور پھر قربانی نہ دے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

عبداللہ بن عیاش کو ابو داؤد اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منکر الحدیث اور غلط روایت کرنے والا ہے جیسا کہ علامہ سندھی نے حاشیہ ابن ماجہ میں اور حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے۔

امام مسلم نے اس کی روایات متابعات اور شواہد میں کی ہے۔ اس سے توثیق نہیں ہو سکتی۔ حافظ صاحب نے فتح الباری میں اس روایت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر آئمہ حدیث کے نزدیک یہ مرفوع ثابت نہیں بلکہ موقوف ہے اور صحابہ سے مختلف آثار اس مسئلہ میں مروی ہیں اور حضرت ابو بکر، عمر، ابو مسعود انصاری، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہے کہ قربانی سنت ہے اس لئے اکثر محدثین کا اس مسئلہ میں یہی فتویٰ ہے کہ قربانی سنت مؤکدہ ہے۔ کیونکہ آپ نے ہمیشہ قربانی دی۔

قربانی کی فضیلت

اس عمل کی محبوبیت اور فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا:

"ما عمل آدمی من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اهراق دم"

قربانی کے دن کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون گرانے سے زیادہ محبوب نہیں اور جیسا کہ عام طور پر زبان زد عام ہے کہ قیامت کے دن پل صراط پر قربانی کے جانور سواری کا کام دیں گے، اس لئے، قربانی کے جانور خوب موٹے تازے ہونے چاہئیں، بالکل غلط ہے اس کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں مل سکتا، حافظ ابن حجر نے تلخیص میں اس

[illegible]ن کی ایک حدیث ذکر کر کے بحوالہ ابن اصلاح لکھا ہے کہ یہ حدیث جہاں تک ہمیں علم ہے ثابت نہیں اور اس کا کوئی اصل نہیں۔

بہترین قربانی

اس میں شک نہیں کہ موٹی تازی اور عمدہ قربانی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند کرتے [illegible] جیسا کہ حافظ ابن حجر نے تلخیص میں یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

"احب الضحایا الی اللہ اعلاھا و اسمنھا"

اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب قربانی موٹی تازہ اور بلند قامت یا عمدہ [illegible] ہے۔

اور بعض علماء نے تو یہ آیت (و من یعظم شعائر اللہ) کی تفسیر میں یہی [illegible] کہ قربانی موٹی اور عمدہ ہو [illegible] بخاری نے بھی (البدن) کی تفسیر میں ایک ایسا ہی قول مجاہد کا نقل کیا ہے [illegible] ایک حدیث ترمذی [illegible] میں بھی ہے کہ (خیر الاضحیۃ الکبش) (بہترین قربانی دنبہ ہے) یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل یہی رہا جیسا کہ اکثر اہل سنن نے حضرت [illegible] رضی اللہ [illegible] یہ حدیث نقل کی ہے کہ

"ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بکبشین اقرنین املحین ذبحھما [illegible] و سمی و کبر"

آپ نے دو [illegible] کی قربانی کی جو دو سینگ والے اور چتکبرے تھے۔ دونوں کو آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترمذی میں یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دو دنبوں کی قربانی کرتے تھے ایک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اور ایک اپنے لئے۔ کسی کے سوال کے جواب میں آپ نے کہا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے۔ میں اس کو کبھی نہیں [illegible] ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے [illegible] کی قربانی دی تھی وہ دنبہ ہی تھا اس [illegible] بہترین قربانی دنبہ ہے۔

قربانی کے جانور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی [illegible] ہمیشہ ان آٹھ قسم کے جانور [illegible] سورۃ الانعام (۱۴۳۔۱۴۴) میں موجود ہے۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ [illegible]

[illegible] عینتموھا للاضحیۃ فقال نعم فکرھہ

کیا تم نے اس جانور کو قربانی کے لئے متعین کر دیا ہے۔ سائل نے کہا جی ہاں۔ پس آپ نے اس کو مکروہ سمجھا۔

ہے جو انھوں نے مندرجہ ذیل آیات سے کیا ہے۔ سورۃ الحج میں ایک جگہ فرمایا ہے۔

(ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام) (الحج - ۳۴)

ہر امت کے لئے ہم نے قربانی قرار دی تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو انکو مویشی (چارپائے) دے رکھے ہیں قربانی کرتے وقت ان پر اللہ کا نام لیں۔

اس آیت سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں کے لئے "بھیمۃ الانعام" بولا گیا ہے۔ اس سے پہلے سورۃ الحج آیت ۲۸ میں فرمایا ہے۔ (علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر) اللہ کا نام لیں ان چارپاؤں مویشیوں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دے رکھے ہیں تو قربانی کے گوشت سے تم بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔

ان آیت سے بہ کمال وضوح یہ ثابت ہوا کہ قربانی کے جانور وہی ہیں جس کے قرآن مجید میں بھیمۃ الانعام لفظ بولا جاتا ہے۔

اب قرآن مجید ہی سے اس لفظ کی تشریح تلاش کرتے ہیں تو سورۃ الانعام (۱۴۲ - ۱۴۴) سے اس کی تشریح یہ معلوم ہوتی ہے۔ (ومن الانعام حمولۃ وفرشا کلوا مما رزقکم اللہ) (وقال تعالیٰ)
(ثمنیۃ ازواج من الضان اثنین ومن المعز اثنین) (وقال تعالیٰ) (ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین)
اللہ تعالیٰ نے یہ چارپائے نر و مادہ آٹھ قسم کے پیدا کئے ہیں (بعض اونٹ کیطرح) بوجھ اٹھانے والے اور بعض (دھیہ بکری کی طرح) زمین سے لگے ہوئے۔

لوگو! اللہ نے جو تمہیں روزی دی ہے اس میں سے بے تامل کھاؤ، پھر فرمایا اللہ نے یہ چارپائے آٹھ قسم کے پیدا کئے ہیں اور بھیڑوں میں سے دو نر اور مادہ بکریوں میں سے دو نر و مادہ، پھر فرمایا اونٹوں میں سے دو نر و مادہ گائے کی قسم میں سے دو نر مادہ۔ لفظ "بھیمۃ الانعام" کی اس قرآنی تشریح کے بعد یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ قربانی انھی آٹھ کے جانوروں سے دینی چاہیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس استنباط اور اسی تفسیر کی بناء پر حافظ ابن قیم زادالمعاد میں اور دوسرے محدثین نے یہ لکھا ہے کہ وھی مخصصۃ بالازواج الثمانیۃ المذکورۃ فی الانعام کہ قربانی اور عقیقہ وغیرہ انھی آٹھ قسم کے جانوروں کے ساتھ مخصوص ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ نے اونٹ گائے بکری دنبہ کی قربانی دی ہے گائے کی قربانی اپنے ازواج مطہرات کی طرف سے دی تھی اور اونٹ بکری اور دنبہ کی قربانی آپ نے اپنی طرف سے مختلف اوقات میں کی۔ صحابہ کرام سے بھی انہیں جانوروں کی قربانی ثابت ہے۔

قربانی کا بیچنا اور تبادلہ کرنا

قربانی کے لئے کسی جانور کو معین کر لینے کے بعد اس کا فروخت کرنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گوشت بنانے والے قصاب کو قربانی کا گوشت اجرت میں دینے سے منع فرمایا۔ تو جب قربانی کا گوشت اجرت میں دینا منع ہے تو اس کا فروخت کرنا بطریق اولیٰ منع ہو گا۔ اور مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک نہایت عمدہ جانور جیسے بکری کی قسم سے ملازمہ کے لئے بیچنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دریافت کیا۔

فقال۔ انی اهدیت نجیبا فابیعها و اشتری بثمنها بدنا قال۔ لا انحرها

کہ میں اس کو بیچ کر اس کی قیمت سے اونٹ خرید لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: نہیں اسی کو ذبح کرو۔ تو معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور ایک دفعہ معین کر لینے کے بعد فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ اس فروخت کرنے سے اس کا مقصد اس سے بہتر جنس خرید کر قربانی کرنا ہو۔ کیونکہ جس جانور کو ایک دفعہ اللہ کے نام پر خرید لیا یا اللہ کے نام پر ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہو پھر اس کو اس نامزدگی سے محروم کرنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں ہو سکتا اور اس کی تائید میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی جا سکتی ہے جس کو صاحب تلخیص نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ نے دو جانور قربانی کے لئے متعین کئے لیکن وہ دونوں گم ہو گئے۔

"فبعث ابن الزبیر الیها بهدیین فنحرتها ثم عادا الضالان فنحرتهما قال هذه و قالت هذه سنته الهدی"

ابن الزبیر نے دو اور جانور قربانی کے لئے بھیج دیئے۔ حضرت عائشہ نے ان کو ذبح کر لیا اور فرمایا کہ یہی سنت قربانی کی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جب جانور کو قربانی کے لئے ایک دفعہ متعین کر دیا جائے، کسی حالت میں بھی نیت زائل نہیں ہو سکتی تو پھر اس کی بیع کیونکر ہو سکتی ہے۔ اسی بناء پر قربانی کے لئے، متعین شدہ جانوروں کا تبادلہ بھی جائز نہیں ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "من عین اضحیته فلا یستبدل بها"

جس نے اپنی قربانی کا جانور معین کر لیا پھر اس سے کسی کا تبادلہ نہ کرے۔

یہ روایت اگرچہ ان الفاظ میں بسند صحیح ثابت نہیں لیکن حافظ صاحب تلخیص میں فرماتے ہیں کہ اسی مضمون کی دوسری صحیح روایت ثابت ہے کہ حضرت علی سے قربانی کے جانوروں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔

قربانی کا وقت

اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص نماز سے پہلے ذبح کرے تو وہ قربانی شمار نہ ہوگی حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ " من ذبح قبل الصلوۃ فانما یذبح لنفسه و من ذبح بعدالصلوۃ فقدتم نسکه واصاب سنة المسلمین "" جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے (کھانے پینے) کے لئے ذبح کیا، اور جس نے نماز عید کے بعد ذبح کیا اس نے اپنی قربانی پورے طور پر ادا کر دی، اور مسلمانوں کے طریقے کے مطابق عمل پیرا ہوا"۔

لیکن قربانی کے آخری وقت کے متعلق بہت سا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک عید کا روز اور تین روز اس کے بعد یعنی چار دن، دوسرے ایک قول میں قربانی کے تین دن ہیں، تیسرے قول میں صرف ایک دن اور چوتھے قول میں عید کے دن سے آخر مہینہ ذی الحجہ تک ان چاروں اقوال میں سے تیسرا قول تو صریح " آیت لیذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارزقهم من بهیمة الانعام " کے خلاف ہے اور کوئی آیت اس مضمون کی نہیں ہے کہ صرف عید کا دن قربانی کا دن ہے۔ یا یہ کہ قربانی کا دن ایک ہی ہے، چوتھا قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی مرفوع اور صحیح حدیث ہے۔ مراسیل ابی داؤد میں ایک مرسل روایت ہے۔ لیکن مرسل روایت محدثین کے نزدیک حجت نہیں ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ مرفوع احادیث کے خلاف ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں ابوامامہ کی روایت امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں۔

(کان المسلمون ان یشتری احدهم الاضحیة فیسمنها ویذبحها فی اخر ذی الحجة)

قال احمد : هذا الحدیث عجیب۔

مسلمان قربانی کے جانور خرید لیتے اور اس کو خوب موٹا تازہ کرتے اور ذی الحجہ کے آخر میں اس کو ذبح کرتے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عجیب قسم کی ہے۔

بہر حال اس روایت سے بھی مرسل ابی داؤد کی تائید نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ تو مرسل بھی نہیں ہے بلکہ یحی بن سعید کا قول ہے۔

پہلا یعنی جمہور کا قول : صحیح حدیث کے مطابق ہے یعنی عید کے بعد تین دن اور قربانی کی جا سکتی ہے۔ یہی قول جمہور اہل علم کا ہے۔ حافظ صاحب فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وحجة الجمهور حدیث جبیر بن مطعم رضی الله عنه رفعه کل ایام التشریق ذبح اخرجه احمد لکن فی سنده انقطاع ووصله الدار قطنی ورجاله ثقات